ابنِ انشا (شیر محمد خان)

- پیدایش: جون ۱۹۲۷ء پھلور (جالندھر، ہندوستان)
- وفات: ۱۹۷۸ء لندن
- تصانیف (نثر): اردو کی آخری کتاب، چلتے ہو تو چین کو چلیے، خمارِ گندم، دنیا گول ہے، ابن بطوطہ کے تعاقب میں

شاعری: اس بستی کے اک کوچے میں، چاند نگر، دلِ وحشی، بلو کا بستہ (بچوں کے لیے)

ایک انار و صد بیمار

حاصلاتِ تعلّم

یہ سبق پڑھ کر طلبہ: (۱)مجازی زبان (روزمرّہ، محاورہ، کنایہ وغیرہ) احساس، جذبے اور تاثر کے حوالے سے سُن کر متن کے مفہوم کا ادراک کر سکیں۔ (۲)سُن کر بات/کہانی/مکالمے کو ترتیب سے بیان کرسکیں۔ (۳)ادبی تحریروں کو حسن بیان کی خوبیوں (روزمرہ اور محاورہ) کے لحاظ سے پڑھ سکیں۔ (۴)ادب پارے کا مرکزی خیال، اہم نکات، نتائج، کردار یا واقعات کی تشریح استحسانی انداز اور ادبی پیرائے میں لکھ سکیں۔ (۵)لُغت کو اشتقاق، مشتقات، وضع و لفظی حوالوں سے استعمال کرسکیں۔

ہمارے ملک میں ڈاکٹروں کی کمی ہے۔ کراچی جیسے ترقی یافتہ شہر میں بھی سات سو آدمیوں کے پیچھے ایک ڈاکٹر کی اوسط ہے جب کہ مغرب کے ملکوں میں ہر سو پچاس پر ایک ڈاکٹر ہوتا ہے۔ ایسے بھی دیس ہیں جن میں ہر پانچ سات آدمیوں کے پیچھے ایک ڈاکٹر ہے بلکہ ایک آدھ ملک تو ایسا بھی سنا ہے جہاں ایک ایک آدمی کے پیچھے دو دو ڈاکٹر ہیں۔ جدھر وہ جاتا ہے یہ اپنے تھیلے لٹکائے پچکاریاں بھرے ساتھ ساتھ جاتے ہیں۔ دونوں کی کوشش ہوتی ہے کہ یہ مجھ سے علاج کرائے۔ اگر مریض ایسا ہی ڈھیٹ ہوا کہ بہت بیمار نہ ہوا تو ان ڈاکٹروں ہی میں سر پھٹول ہوجاتی ہے اور پھر یہ دونوں بیٹھ کر ایک دوسرے کی مرہم پٹّی کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو فیس دیتے ہیں۔ اور یوں ان کا گزارہ چلتا ہے۔

بہ ہرحال ہمارے لیے یہ ترقی کی منزل ابھی دُور ہی ہے۔اُفُق کے اُس پار ہے۔ ہمارے ہاں تو بیماروں کے لیے ڈاکٹروں کا ابھی اتنا اوسط بھی نہیں جتنا اناروں کا ہے۔ محاورے میں ایک انار و صد بیمار آتا ہے۔ جو یک ڈاکٹر و ہفت صد بیمار کے مقابلے میں خاصی اُونچی مقدار ہے۔ اسی لیے تو ڈاکٹر جِتنوں کا علاج کر سکتا ہےکرتا ہے، باقی انار کھاتے ہوئے مرجاتے ہیں۔ دُنیا سے سفر کر جاتے ہیں۔

ایک بزرگ جنھوں نے پچھلے دنوں کراچی میں اناڑیوں کی مردم شماری کی ہے فرماتے ہیں کہ صحیح محاورہ یک اناڑ و صد بیمار ہے اور اناڑ دراصل اناڑی کا مُخفَّف یا اسمِ مکبّر ہے۔ یہ بات ہمارے بھی جی لگتی ہے۔ کیوں کہ کراچی قندھار تھوڑا ہی ہے جو انار کے ذکر کا موقع ہو۔ پھر انار ہم نے فقط دو طرح کے دیکھے ہیں۔ سفید دانوں والے اور سرخ دانوں والے لیکن اناڑ یا اناڑی ہزار رنگ اور ہزار شیوہ ہوتے ہیں۔ ایلوپیتھی،

ہومیوپیتھی، فٹ پاتھی، حکیم، وید، عامل کامل۔ منجّم ۔ جفار، طبِ چین والے، طبِ جاپان والے،تعویذوں والے، انگوٹھیوں والے، ان سب کو ملالیا جائے تو ہمارے خیال میں فی کس ایک کی اوسط پڑے گی۔ یعنی جتنے بیمار اتنے انار بلکہ کیا عجب دو کی پڑ جائے یعنی ایک دارو دو۔ اس ریل پیل کے ہوتے اگر ڈاکٹر کم بھی ہیں تو ہرج کی کچھ بات نہیں۔ قبرستانوں کی آبادکاری ہی تو منظور ہے سو دیر سویر سے کیا فرق پڑتا ہے۔

خیال اپنا اپنا، پسند اپنی اپنی۔ کچھ لوگ ڈاکٹروں کے ہاتھوں مرنا پسند کرتے ہیں کچھ حکیموں کے ہاتھوں۔ کچھ ایک سے مایوس ہو کر دوسرے کو آزماتے ہیں۔ ہمارے پڑوس میں ایک بزرگ تھے۔ بیماری تو ان کو جانے کیا تھی۔ شاید گیس کی تھی۔ معدہ ان کا سوئی گیس کی ٹنکی بنا ہوا تھا۔ لیکن سارا سارا دن فارماکوپیا اور حکمت کی کتابیں لیے اپنے مرض کے نئے نئے نام تلاش یا ایجاد کرتے رہتے تھے۔ پہلے ڈاکٹروں سے رجوع کیا ان سے کچھ نہ ہوا۔ پھر ہومیوپیتھوں کے پاس گئے وہ بھی اِن کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ حکیموں کے جوشاندے اور خیساندے بھی ان کے مرضِ زیست کا مداوا یا ازالہ نہ کر سکے۔ آخر فٹ پاتھ کے ایک سنیاسی بابا نے اپنے خاندانی ٹوٹکے سے ان کی مشکل آسان کی۔ کچھ گولیاں دیں جو ہمارے خیال میں بارود کی تھیں۔ اور ایک شیشی عرق کی تھی جو شورے کے تیزاب کا اثر رکھتا تھا بلکہ شاید شورے کا تیزاب ہی تھا۔ ان بزرگ نے رات کو ایک ہی خوراک استعمال کی تھی کہ دوسرے دن کی ہمیں دفتر سے چھٹی لینی پڑی۔ آخر اتنے قدیمی ہم سائے کے جنازے کو کندھا تو دینا ہی تھا۔ ایک طرف ہم تھے۔ دوسری طرف سنیاسی بابا تھے۔ واپس آکر ہم نے اپنے کندھے پر مالش کرنے کے لیے سانپ کی چربی بھی انھی بابا جی سے لی تھی۔

ہم نے جب کبھی کسی پیشہ ور کے متعلق کالم لکھا یہی جواب ملا کہ ہم چوں کہ اس کے ہم پیشہ نہیں ہیں اس لیے جلتے ہیں۔ ڈاکٹروں نے ہمیں یہی طعنہ دیا۔ نقّادوں نے ہم پر یہی حرف رکھا۔ ان کی قدر نہیں کرتے۔ ان کا یہ کہنا زیادتی ہوگا۔ ہم باقاعدہ اشتہار نہیں دیتے یا اپنے نام کے ساتھ فخر الاِطبّا یا بنگالی بابا نہیں لکھتے تو اس کی وجہ ہماری طبیعت کا انکسار ہے یا پھر یہ بات ہے کہ ابھی ہمارے سامنے روزگار کے ایسے راستے ہیں جو سیدھے سیدھے قبرستان نہیں جاتے یا لے جاتے ورنہ حکمی علاجوں اور ٹوٹکوں سے ہماری بیاض بھی خالی نہیں۔ ہمارے رفیق کار میاں رفیق الدین کے گھٹنے پر معمولی سی پھنسی نکلی تھی۔ ہم نے اس کے لیے مرہم دیا تو وہ پھوڑا بن گئی۔ اس پر ایک پوڈر چھڑکنے کو دیا تو اس کے آس پاس کچھ اور پھوڑے نکل آئے۔ آخر ان کے عزیزوں نے اُنھیں ہسپتال میں داخل کیا وہاں آپریشن ہُوا اور تین چار مہینے ہی میں وہ بھلے چنگے ہو کر آگئے۔ ہم دوا اُنھیں نہ دیتے تو ان کے آپریشن کی نوبت کیسے آتی اور اُنھیں صحتِ تام کیسے عطا ہوتی۔ یہ باریک باتیں ہمارے قاری تو سمجھ لیتے ہیں لیکن ان کے عزیزوں کی سمجھ میں نہ آتیں۔

خیر بہت سے محلے والے ہمیں بھی اتائی یا عَطاءُ الاَطِبّاء کہنے لگے اس لحاظ سے اس میں کچھ غلطی بھی نہیں کہ ہمارے تمام تر نسخے اور ٹوٹکے ایک سنیاسی بابا کا عطیہ ہیں جو جیل جاتے ہوئے ہمارے سُپرد کر گئے تھے۔ جیل ان کو اس پاداش میں ہوئی تھی کہ اُنھوں نے ایک مریض کا حکمی علاج کیا تھا اور حکمی علاج میں

تو یہی ہوتا ہے کہ اللہ کا حکم ہو تو مریض بچ جاتا ہے ورنہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہمارے اتائی بھائی ایک یہ نسخہ اپنی گرہ میں باندھ لیں کہ علاج صرف ایسے مریضوں کا کیا کریں جن کے قریبی رشتے دار پولیس میں نہ ہوں۔ عاقلوں کے لیے اشارے ہی کافی ہوتے ہیں۔

(ماخوذ از "خمارِ گندم") ابنِ انشاء

مشق

سوال نمبر ۱ : درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(۱) کراچی میں اوسطاً کتنے مریضوں کے علاج کے لیے ایک ڈاکٹر ہوتا ہے ؟

(۲) مغربی ملکوں میں مریضوں اور ڈاکٹروں کی کیا صورت حال بیان کی گئی ہے ؟

(۳) سبق میں بزرگ کو کہاوت کی تصحیح کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟

(۴) مصنّف نے علاج کے نام پر کون کون سے طریقوں کو طنز کا نشانہ بنایا ہے ؟ اور کیوں ؟

(۵) حکمی علاج سے کیا مراد ہے ؟

(۶) میاں رفیق الدین کا علاج کس طرح ہوا ؟

(۷) مصنّف نے کس معاشرتی رویے کی نشان دہی کی ہے ؟

سوال نمبر۲ : دُرست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

(۱) "ایک انار و صد بیمار" میں حالات بیان کیے گئے ہیں:

(الف) معاشرتی　(ب) طِبّی　(ج) انتظامی　(د) اخلاقی

(۲) "ایک انار و صد بیمار" ہے:

(الف) افسانہ　(ب) ناول　(ج) ڈراما　(د) مزاحیہ مضمون

(۳) "ایک انار و صد بیمار" میں طنز کیا گیا ہے:

(الف) ڈاکٹروں پر　(ب) حکیموں پر　(ج) عاملوں پر　(د) اتائیوں پر

(۴) مصنّف کی ڈائری بھری ہوئی تھی:

(الف) کالموں سے　(ب) اشتہاروں سے　(ج) ٹوٹکوں سے　(د) اشعار سے

(۵) "ایک انار و صد بیمار" قواعد کی رو سے ہے:

(الف) لفظ　(ب) فقرہ　(ج) محاورہ　(د) کہاوت

سوال نمبر۳: درج ذیل کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

اُفق	اوسط	شیوہ	ریل پیل	مُداوا

سوال نمبر۴: سبق کا مرکزی خیال تحریر کیجیے۔

سوال نمبر۵: درج ذیل عبارت کی تشریح بہ حوالۂ متن کیجیے:

"بزرگ نے رات کو ایک ہی خوراک استعمال کی تھی کہ دوسرے دن کی ہمیں دفتر سے چُھٹی لینی پڑی۔"

سوال نمبر۶: سبق میں شامل محاورے چُن کر لکھیے اور اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

سوال نمبر۷: درج ذیل جملوں کا مفہوم واضح کیجیے:

(الف) "انھوں نے ایک مریض کا حکمی علاج کیا تھا۔"

(ب) "اناڑ یا عطائی ہزار رنگ اور ہزار شیوہ ہوتے ہیں۔"

(ج) "قبرستانوں کی آباد کاری ہی تو منظور ہے۔"

- اشتقاق ۔ مشتقات:

لفظ "مدبّر" سے ایک نیا لفظ "مدبّرانہ" بنا ہے یعنی اصل لفظ میں "انہ" شامل کردیا گیا ہے اس عمل کو "اشتقاق" اور جو نیا لفظ بنایا گیا، اُسے "مشتق" کہتے ہیں۔

سوال نمبر ۸: آپ بھی درج ذیل الفاظ سے اسی طرح نئے الفاظ بنائیے:

بزرگ	رفیق	نقّاد	مریض	حکیم

سرگرمیاں

- طلبہ گروہی سرگرمی کرتے ہوئے روزمرّہ اور محاوروں کا چارٹ تیار کر کے کمرۂ جماعت میں پیش کریں گے اور پھر یہ چارٹ دیوار پر آویزاں کردیں گے۔

برائے اساتذہ

- سبق کی خواندگی احساس، جذبے اور تاثر قائم کرنے کے انداز سے کیجیے اور طلبہ کو بھی ادبی تحریریں پڑھنے کے طریقے سے آگاہ کیجیے۔
- طلبہ سے سبق کی مشقیں کرائیے اور ضروری اصلاح کیجیے۔